میری تمام سرگزشت............

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ اس وقت برصغیر کے سب سے بڑے جلیل القدر استادِ حدیث ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کا صرف صحیح بخاری شریف پڑھانے کا عرصہ نصف صدی پر مشتمل ہے ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے شیخ الحدیث آپ کے تلامذہ کے حلقے میں شامل ہیں، حضرت نے اپنی سوانح زندگی املا کرانا شروع کی ہے، جسے جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل اور تخصص فی الفقہ کے طالب علم مولوی شمس الحق کشمیری ضبط کر رہے ہیں، اب تک دو ڈھائی سو صفحات ہو چکے ہیں اور یوں خود حضرت کی زبان سے ان کی زندگی کی سرگزشت مرتب ہو رہی ہے، اس سرگزشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت نے بغیر تصنع وتکلف کے زندگی کے واقعات کو ہو بہو بیان کر دیا ہے، بڑے لوگوں کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں بسا اوقات ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے طبعی زندگی سے ماوراء منفرد دکھائے جانے لگتے ہیں، سوانح نگار غالباً عقیدت کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں، لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والا قاری ان کو فطری تقاضوں، طبعی زندگی کی الجھنوں اور گردش لیل ونہار کی ہمہ گیر جکڑ بندیوں سے آزاد دیکھ کر یہ تاثر لے لیتا ہے کہ جو جھمیلے والی زندگی میں گزار رہا ہوں اس میں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا ممکن نہیں، وہ ان کی سوانح کو قابلِ رشک تو سمجھ لیتا ہے، قابل تقلید نہیں...... لیکن حضرت نے اپنی اس آپ بیتی میں طبعی زندگی کے واقعات کو بغیر کسی آمیزش کے ذکر کر دیا ہے، تعلیم وتربیت اور دار العلوم دیوبند کے بعض اساتذہ اور ممتاز شخصیات کے تعارف پر مشتمل یہ بارہویں قسط نذر قارئین ہے، امید ہے کہ اسے ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ سوانح یا آپ بیتی کافی الحال یہ نام اس ناکارہ نے علامہ اقبال کے اس مشہور شعر سے اخذ کیا ہے۔

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ　　میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(مدیر)

فکر کا اثر:...... ایک دن جلال آباد میں اسّی آدمیوں پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت آئی، اس جماعت کے امیر ایک نوجوان حافظ عبدالغفار تھے۔ میرے اور ان کے واقف عبدالرحمن صاحب جو جماعت میں تھے، حافظ عبدالغفار کے ساتھ ملاقات کے لیے مدرسے آئے، میں نے علیحدگی میں عبدالرحمن صاحب سے کہا کہ ان سے کہو کہ یہ عالم بن جائیں، عبدالرحمن کہنے لگے کہ آپ کو تو ہر شخص کو عالم بنانے کی فکر لگی رہتی ہے۔ یہ غریب شادی شدہ ہے، صبح کو سائیکل پر کپڑوں

کے تھان رکھ کر دیہات میں جاتا ہے اور روزی کا بندوبست کرتا ہے، یہ اپنے آپ کو پڑھنے کے لیے کیسے فارغ کر سکتا ہے۔ بات آئی گئی ہوگئی اور یہ جماعت دیوبند پہنچی، وہاں حافظ عبدالغفار نے خواب دیکھا کہ وہ دارالحدیث میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں شریک ہیں، اس خواب کا انہوں نے عبدالرحمٰن سے ذکر کیا، تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ جلال آباد میں مولوی صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ان سے کہو کہ یہ عالم بن جائیں، تو میں نے ان کی بات کو رد کر دیا تھا کہ یہ غریب اس قابل کہاں ہے کہ عالم بننے کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرے، تو حافظ عبدالغفار نے کہا کہ میں اس کے لیے تیار ہوں، چنانچہ دیوبند سے انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں آنا چاہتا ہوں، میں نے ان کو جواب میں لکھا کہ آپ اپنا تبلیغی دورہ مکمل کرنے کے بعد آجائیں۔

چار سال میں تکمیل:...... چنانچہ وہ شعبان میں آگئے، میں نے ان کو پڑھایا اور دو سال میں وہ ہدایہ اولین، جامی، سلّم، متنبّی، مختصر المعانی وغیرہ پڑھ کر جب میں پاکستان آرہا تھا تو شوال میں دارالعلوم دیوبند میں جا کر داخلہ لیا، ہدایہ اخیرین اور مشکوٰۃ اور بعض دوسری کتابیں پڑھیں اور آئندہ سال دورۂ حدیث میں شامل ہوگئے، ان کی تعلیم پہلے مڈل اور حفظ قرآن تک تھی، اب درس نظامی چار سال میں انہوں نے مکمل کر لیا، ان کے یہاں، ان کے عالم بننے کے بعد ان کے خاندان کے دوسرے اور لوگ بھی عالم بنے۔

گھر والوں کی تعلیم کا اہتمام:...... مفتاح العلوم کی تدریس کے زمانے میں ہمارا جمعرات کے دن گھر جانا ہوتا تھا اور ہفتے کی صبح واپس مدرسے آیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ہم نے اپنی بہنوں کو فارسی اور عربی کی تعلیم دینا شروع کی، دو بڑی تھیں اور دو چھوٹی تھیں اور یہ سب کی سب اردو اور قرآن مجید پڑھے ہوئیں تھیں، جمعرات کی رات میں اور جمعے کے دن ہم ان کو ایک ہفتے کا سبق پڑھایا کرتے تھے اور یہ ماشاء اللہ وہ سبق اچھی طرح یاد کر لیا کرتی تھیں، فارسی میں ''تیسیر المبتدی''، ''آمدن نامہ'' اور گلزار دبستان اور دوسری بعض کتابیں ان کو پڑھائیں اور عربی میں قصص النبیین کے تین حصے اور نحو و صرف کے قواعد اور ان کا اجرا کرایا، دو بڑی بہنوں سے ایک نے فارسی کی اچھی خاصی تعلیم حاصل کی اور اسی کی بنیاد پر بعد میں کافی عرصے کے بعد پاکستان آکر اس نے منشی فاضلی کا امتحان بھی دیا، ان کی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کہ ہمارے ماموں جان، جو حیدرآباد دکن میں رہتے تھے اور وہاں سرکاری ملازم تھے اور باقاعدہ درس نظامی کے فاضل بھی تھے۔ وہ ریٹائر ہو کر لوہاری آگئے اور انہوں نے دونوں چھوٹی بہنوں کو کچھ دن تک فارسی اور عربی پڑھائی اور بعد میں اس کے بجائے انگریزی پڑھانا شروع کر دی۔

میں پاکستان آگیا تھا اور دونوں بڑی بہنیں پاکستان آگئیں تھیں، چھوٹی بہنوں کو انہوں نے پہلے تو میٹرک کرایا اور اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی میں داخل کرا دیا، وہاں انہوں نے بی ایس، سی کیا اور پھر بھی وہ پاکستان آگئیں، یہاں ان دونوں

نے ایم، ایس سی کیا اور ایک نے سرکاری ملازمت اختیار کی اور وہ اب ریٹائرڈ ہو چکیں ہیں، دوسری نے کراچی یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کیا۔ اور وہ کراچی یونیورسٹی میں "بیالوجی" کی پروفیسر مقرر ہوئیں، اب وہ بھی ریٹائرڈ ہو چکی ہیں۔

مولوی عبدالقیوم سے متعلق کچھ باتیں:...... مولوی عبدالقیوم خان صاحب مرحوم کی تعلیم کے والد صاحب شروع سے مخالف تھے، منت سماجت کر کے کسی طرح ان کی تعلیم دورۂ حدیث تک مکمل کرائی، اس کے بعد والد صاحب کا اصرار ہوا کہ اب گھر آ کر دواخانے میں بیٹھیں، خود میری رائے بھی یہی تھی، لیکن مولوی صاحب مرحوم نے دورۂ حدیث کے بعد دو سال مزید دارالعلوم میں فنون کی کتابیں پڑھنے کے لیے لگائے اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالخالق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الأدب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ سے استفادہ کیا، دو سال کے بعد پھر وہ دواخانے میں کام کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے، دواخانے میں نسخوں میں لکھی ہوئی دواؤں کی قیمت لگانا، ایک مشکل کام ہوتا ہے، چونکہ دواؤں کا وزن رتی اور ماشے میں حکیم لکھتے ہیں، والد صاحب کا خیال تھا کہ یہ قیمت لگانے کا کام ان کے لیے مشکل ہوگا، اس لیے کچھ دن ان کے ساتھ وہ خود بھی دواخانے میں بیٹھ گئے، لیکن مولوی صاحب نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، دہلی سے جو دواؤں کے بل آپ کے پاس آتے ہیں، وہ مجھے دے دیں، چنانچہ مولوی عبدالقیوم خان صاحب نے ایک ہفتے میں ان بلوں کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ اب نسخوں میں درج مدہ دواؤں کی قیمت لگانا مجھے آ گیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہوا۔

چنانچہ والد صاحب کی مدد کے بغیر انہوں نے دواخانے میں کام شروع کر دیا، وہ صبح کو دواخانے میں بیٹھتے تھے اور شام کے وقت جلال آباد آ کر مدرسۂ مفتاح العلوم میں تدریس کیا کرتے تھے۔ بعد میں ایک طالب علم مولوی ولی اللہ مرحوم دارالعلوم چھوڑ کر جلال آباد مدرسے میں آ گئے تھے۔ یہ چاٹ گام کے رہنے والے تھے، صحت کمزور ہوئی، تو کچھ دن کے بعد انہوں نے اپنی پڑھائی ترک کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو مولوی عبدالقیوم خان صاحب ان کو لوہاری لے آئے، یہ ہمارے گھر رہتے تھے اور دواخانے میں کام کرتے تھے، کچھ عرصے کے بعد جب ان کو دواخانے کے معاملات پر عبور حاصل ہو گیا تو مولوی عبدالقیوم خان صاحب نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ ہمارے والد صاحب کی خواہش مجھے طبیب بنانے کی تھی وہ تو پوری نہیں ہوئی۔ مولوی صاحب مرحوم نے والد صاحب کی خواہش کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، ان کو طب پڑھنے کا شوق نہیں تھا، محض والد صاحب کے خیال سے انہوں نے طبیہ کالج میں داخلہ لیا، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ واپس آئے تو دارالعلوم دیوبند نے طبیہ کالج میں تدریس کے لیے ان کو طلب کیا، وہ دیوبند چلے گئے، مگر دو سال وہاں تدریس کرنے کے بعد واپس آ گئے اور وجہ یہ بتائی کہ وہاں پارٹی بندی ہے، ہر ایک اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے، مولوی صاحب کے مزاج میں یکسوئی کا غلبہ تھا، اس لیے یہ کشمکش ان کو گوارا نہ ہوئی، اس

کے بعد پھر وہ لوہاری میں رہے، اپنا مطب تو انہوں نے شروع نہیں کیا، بلکہ دواخانے ہی میں بیٹھتے رہے، صبح میں دوا خانے میں بیٹھتے اور بعد ظہر مفتاح العلوم جلال آباد میں درس دیتے تھے مختلف چھوٹی بڑی کتابیں پڑھاتے رہے، پھر ان کو شوگر اور اختلاج قلب کی شکایت پیدا ہوگئی ایک دن بڑا سانحہ پیش آیا گھر میں وہ تھے اور ان کی بیگم تھیں، اولاد تو تھی ہی نہیں کہ شکر کی کمی واقع ہوئی اور وہ بے ہوش ہوگئے، ان کی بیگم نے محلے والوں کو اطلاع کی لوگ جمع ہوگئے اور ٹیکسی کے ذریعے سے دلی لے جانے کا اہتمام کیا گیا، ابھی یہ شاملی تک گئے تھے کہ وہاں ان کو شکر کھلائی گئی تو اس سے ہوش آ گیا، اور دلی کا ارادہ ملتوی کر کے واپس لوہاری آ گئے، جب ہمیں کراچی میں اس قصے کی اطلاع ہوئی تو میں اور مولوی عادل اور مولوی خالد (یہ دونوں حضرات حضرت دامت برکاتہم کے فرزند ارجمند ہیں، از مرتب) تینوں نے ان کو پاکستان لانے کے ارادے سے لوہاری پہنچے، پندرہ بیس روز میں مکان اور دکان کا فیصلہ کر کے انہیں اور ان کی بیوی کو کراچی لے آئے، مکان کو غالباً ستر ہزار روپے میں فروخت کیا تھا۔

وہ ساری رقم ننھیال کے رشتے داروں کو دے دی اور دکان وہ تایا ابا مرحوم کے بیٹے حکیم عبدالحلیم خان نے خریدی تھی، انہوں نے دکان کی قیمت ادا ہی نہیں کی، کراچی آ کر مولوی عبدالقیوم خان مرحوم جامعہ فاروقیہ میں اسباق پڑھاتے رہے، کنز، جلالین، ہدایہ رابع، اور بعض دوسرے اسباق کئی سال انہوں نے پڑھائے، بعد میں صحت کی کمزوری کی بنا پر اسباق چھوڑ دیے اور مالیات کے نگران کی حیثیت سے مالیات کے دفتر میں بیٹھنے لگے، شوگر کی تکلیف تھی ہی، ادھر دل کی بیماری بھی ساتھ لگی ہوئی تھی، انجائنا کی تکلیف کا غلبہ ہوگیا تھا، وہ علاج بھی بہت باقاعدگی سے کرتے تھے اور پرہیز بھی، مگر وقت موعود آیا اور انتقال ہوگیا۔ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں، یہ مجھ سے دو سال چھوٹے تھے۔

ناغے سے بچاؤ کی تدبیر:...... جلال آباد کے تدریس کے زمانے میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی طالب علم سبق میں نہیں آیا اور معلوم ہوا کہ اسے بخار ہے تو ہم اسی حالت میں بھی اس کو سبق میں بلاتے تھے اور اس کے لیے بستر بچھوا دیتے تھے کہ وہ لیٹ کر سبق سنتے، حالانکہ کئی مرتبہ یہ ہوتا کہ وہ طالب علم عمر میں ہم سے بڑا ہوتا تھا۔

تذکرہ مولوی شمس الحق صاحب رحمہ اللہ کا:...... مولوی شمس الحق صاحب رحمہ اللہ جو دارالعلوم کے حدیث، تفسیر اور فنون کے استاد تھے جلال آباد کے رہنے والے تھے، انہوں نے ''شرح وقایہ''، ''قطبی''، ''نور الانوار'' اور ''مختصر المعانی''، وغیرہ تک تعلیم مفتاح العلوم جلال آباد ہی میں حاصل کی اور کتابیں تو یاد نہیں ہیں، کون کون سی انہوں نے مجھ سے پڑھیں، البتہ مختصر المعانی یاد ہے کہ وہ مجھ سے پڑھی تھی، ان کے ایک بھائی فوج میں ملازم تھے، تو جیسے اور فوجی اپنے رشتے داروں کو پاکستان منتقل کر رہے تھے، ان کے بھائی نے بھی ان لوگوں کو پاکستان منتقل کیا، مولوی شمس الحق صاحب کے والد مولوی عبدالواحد صاحب بھی مفتاح العلوم میں اردو، فارسی اور حساب وغیرہ کو عرصے تک پڑھا رہے

ہیں، جب یہ لوگ پاکستان منتقل ہوئے تو انہوں نے لکڑی کے بڑے بڑے بکسے مدرسے کو دیے، جن میں حدیث تفسیر وغیرہ کی بہت سی کتابوں کے قلمی نسخے موجود تھے۔ جو مولوی شمس الحق صاحب کے دادا یا پردادا کے قلم سے لکھے ہوئے تھے۔ ان قلمی نسخوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ کیسا عجب علمی ذوق تھا کہ ہزار ہا صفحات کو اپنے قلم سے تحریر کیا۔ یہ قلمی نسخے اس بات کی واضح علامت تھے کہ یہ خاندان علمی خاندان ہے، مولوی شمس الحق صاحب پاکستان آئے، راولپنڈی میں ان لوگوں کا قیام ہوا، ایک سال یہ وہیں پڑھتے رہے، اس کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور آ گئے اور وہیں انہوں نے تکمیل کی۔

پرانے چراغ:...... مدرسۂ مفتاح العلوم میں میرے قیام کے دوران مولانا رفیق احمد صاحب، مفتی محمد وجیہہ صاحب، مولوی حشمت علی صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، مولوی سمیع اللہ خان صاحب، مولوی عبدالواحد صاحب، مولوی یاسین صاحب، مولوی مفتی نصیر احمد صاحب، مولانا سید عابد حسین صاحب مدرس تھے، مولوی حشمت علی صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، مولوی عبدالواحد صاحب، دو سال مدرس رہ کر چلے گئے تھے، مولوی حشمت علی صاحب غیر متوازن مزاج کی وجہ سے فارغ کر دیے گئے تھے اور یہ فیصلہ حضرت الاستاذ کا تھا، جن کے وہ شاگرد بھی تھے اور مرید بھی، مولوی محمد عمر صاحب، علالت کی وجہ سے مدرسہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے، بیوی ان کو چھوڑ کر میکے چلی گئی تھی، اس کی بنا پر ان کا دماغ متاثر تھا اور ان کو کبھی کبھی ہلکے انداز میں اور کبھی شدت کے ساتھ پاگل پن کا دورہ پڑتا تھا، اس لیے وہ معذور ہو گئے تھے، ورنہ بہترین مدرس تھے اور مزاج میں سادگی بھی تھی، مولوی رفیق احمد صاحب، مدرسے میں پیش آنے والے معاملات میں ہمیشہ میری رائے کے ساتھ متفق ہوتے تھے، اور اس اتفاق سے میری رائے کو تقویت ملتی تھی تو تقرر کے تین سال بعد ہی حضرت استاد صاحب نے مصلحت اس میں سمجھی کہ ان کو مفتاح العلوم کے بجائے کسی دوسرے ادارے میں منتقل کر دیا جائے۔

چنانچہ چرتھاول میں حافظ جمیل احمد صاحب حضرت کے ایک مرید اور خلیفہ نے مدرسہ قائم کر رکھا تھا، وہاں ان کو منتقل کر دیا گیا، میں جب پاکستان آیا، بقیہ حضرات مفتاح العلوم میں تھے، پھر مولانا سید عابد حسین صاحب کا میرے (پاکستان آنے کے بعد جب سب سے پہلے انتقال ہوا، پھر مولانا سمیع اللہ خان صاحب کا انتقال ہوا، مولوی نصیر احمد صاحب حضرت الاستاد کے ۱۹۹۲ء میں انتقال تک جلال آباد ہی میں رہے، وہ دارالافتا کے ذمے دار بھی تھے اور دارالعلوم دیوبند میں انہوں نے افتا کی تعلیم حاصل کی تھی، حدیث کا سبق پڑھاتے تھے اور "ہدایہ" کی کوئی جلد بھی ان کے پاس تھی، مولوی یٰسین صاحب پچاس سال سے زائد کے ہو چکے ہیں، اب تک مفتاح العلوم میں ہیں، ایک زمانے تک وہ فنون کی بڑی کتابیں پڑھاتے رہے ہیں اور کافی عرصے سے اب وہ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا مفتی وجیہہ صاحب میرے پاکستان آنے کے ایک سال بعد مفتاح العلوم چھوڑ کر میرے ہی توسط سے دارالعلوم اسلامیہ

ٹنڈوالہ یار آگئے تھے۔

طلبا کی والہانہ عقیدت کا عجیب منظر:......ایک طالب علم حافظ جمیل احمد، جو اسلام نگر ضلع سہارن پور کے رہنے والے تھے مفتاح العلوم جلال آباد میں شرح ''جامی'' وغیرہ کے اسباق پڑھ رہے تھے۔ جب میں پاکستان آنے لگا تو انہوں نے اپنا پاکستان آنے کا ارادہ ظاہر کیا، مگر میں نے ان کو منع کیا، کیونکہ وہ شادی شدہ تھے اور اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے، لیکن وہ میرے آنے کے بعد کھوکھرا پار کے راستے سے میرے پاس دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں آگئے۔ جب کہ میں ویزہ لے کر آیا تھا ایک اور طالب علم مولوی مظاہر حسین کیرانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے اور ''ہدایہ اولین'' وغیرہ پڑھتے تھے، وہ بھی ویزہ لے کر ٹنڈوالہ یار آگئے۔ یہ دونوں طالب علم ٹنڈوالہ یار آکر بیمار ہوگئے اور بیماری کی شدت کی وجہ سے مولوی مظاہر حسین تو واپس ہندوستان چلے گئے اور حافظ جمیل احمد صاحب چونکہ پاسپورٹ اور ویزہ کے ذریعے نہیں آئے تھے، اس لیے وہ ہندوستان نہیں جاسکے۔ ان کے کچھ رشتے دار پنجاب میں تھے، وہ وہاں چلے گئے اور صحت یاب ہونے کے بعد ''منڈی پھلروان'' میں وہ ایک مدرسے میں درجہ تحفیظ میں مدرس ہوگئے، میرا دو تین مرتبہ پنجاب کے سفر کے دوران ''منڈی پھلروان'' بھی جانا ہوا، وہاں میں نے طلبا کا حافظ صاحب کے ساتھ عجیب وغریب معاملہ دیکھا کہ وہ بچے تعلیم کے اوقات کے علاوہ بھی حافظ صاحب کے پاس دیر تک رہتے تھے۔ حافظ صاحب ان کو گھر جانے کے لیے کہتے تھے اور وہ ان کے پاس بیٹھنے پر اصرار کرتے تھے، استاد اور بچوں میں عجیب قسم کی محبت اور تعلق ظاہر ہوتا تھا، حافظ صاحب کے بعض شاگرد حفظ قرآن سے فارغ ہو کر یہاں جامعہ فاروقیہ میں بھی داخل ہوئے اور انہوں نے درس نظامی کی تکمیل کی۔

مفتاح العلوم کی ترقی کا راز:...... مدرسۂ مفتاح العلوم میں طلبا کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی کسی علاقے سے اگر ایک طالب علم داخل ہوتا تھا، تو اگلے سال اس کے ساتھ کئی طلبا آجایا کرتے تھے، ہندوستان کے اکثر علاقوں سے طالب علم جمع ہوگئے تھے، مغربی بنگال، بہار، یوپی کے اکثر اضلاع، حیدر آباد دکن، گجرات، کشمیر اور مشرقی بنگال جو پاکستان کا حصہ تھا، وہاں کے طالب علم بھی آیا کرتے تھے۔

تعلیم اور تربیت کا نظام بہت اچھا تھا، تعلیم کے حوالے سے یہ بات مسلم تھی کہ جو طالب علم کسی درجے میں تعلیم حاصل کررہا ہے اس میں اس درجے کی صلاحیت یقینی طور پر موجود ہوتی تھی اور ان میں اکثریت ایسے طلبا کی ہوتی تھی، جو اعلیٰ قابلیت کے حامل ہوتے تھے اور کچھ متوسط درجے کے ہوتے تھے، تربیت کا حال یہ تھا کہ ہم نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ اگر کسی طالب علم کی تکبیر اولیٰ چھوٹ جائے تو وہ نماز کے بعد ہم سے ملاقات کرے، تو بعض اوقات تو ایک ہفتہ گزر جاتا تھا اور کسی کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی تھی۔ اس تربیت میں، جہاں مدرسے کے نظام کا دخل تھا، وہیں حضرت مولانا مسیح اللہ خان

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا بھی بہت اثر تھا۔

اصلاحی مجلس اور اس کے اثرات:...... حضرت الاستاد کی یہ اصلاحی مجلس اس وقت سے شروع ہوئی تھی، جب ہم جلال آباد میں پڑھتے تھے، عصر کے بعد کے لیے ہم نے حضرت استاد سے مجلس کا اہتمام کرنے کی درخواست کی، چنانچہ مجلس شروع ہوگئی اور ہم نے ملفوظات لکھنے شروع کیے اس وقت تک جلال آباد میں حضرت کا اہل قصبہ سے زیادہ ربط نہیں تھا، آہستہ آہستہ مجلس شروع ہونے کے بعد اس ربط میں اضافہ ہوا، ورنہ پہلے یہ حالت تھی کہ منی والی مسجد میں حضرت استاد نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی عادت تاخیر سے نماز میں جانے کی تھی، امامت وہ خود ہی کیا کرتے تھے، لیکن اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لوگ ان کے آنے سے پہلے ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے، پھر وہ کسی دوسری مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھتے تھے، جلال آباد میں مسجدیں قریب قریب واقع ہیں اور کئی مسجدوں میں امام اور مؤذن مقرر ہی نہیں تھے، تو مولانا اپنے کسی خادم کو ساتھ لے کر دوسری مسجد میں نماز با جماعت ادا کرتے تھے، جب اہل قصبہ کا رجوع شروع ہوا تو پھر رمضان میں جمعے کے دن نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں دو دو گھنٹے واعظ فرماتے تھے اور گرمی کی شدت کے باوجود مجمع آخر تک بیٹھا رہتا تھا، اس طرح مقبولیت میں حیرت ناک اضافہ ہوا، آخر میں بخاری شریف کے ختم میں تین، تین چار چار گھنٹے بیان ہوتا تھا اور چالیس، پچاس ہزار کا مجمع جمع ہو جاتا تھا، اس طرح جمعے کے روز نماز جمعہ کے بعد ایک گھنٹہ مجلس ہوتی تھی، جس میں پچاس، ساٹھ میل تک کے لوگ شرکت کے لیے آیا کرتے تھے اور حضرت کے مکان پر نشست گاہ کے سامنے میدان میں باقاعدہ شامیانے لگائے جاتے تھے، عورتوں کے لیے علیحدہ باپردہ انتظام ہوتا تھا اور ایک گھنٹے کی مجلس کے لیے سیکڑوں افراد جمع ہوا کرتے تھے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

حکمت کی باتیں

....

1۔ مسکراہٹ خوبصورتی کی علامت ہے اور خوبصورتی زندگی کی۔ 2۔ انسان عقل سے پہچانا جاتا ہے، شکل سے نہیں۔ 3۔ اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی مسرت خاک میں نہ ملاؤ۔ 4۔ جو چاہتا اسے سکھ نصیب ہو تو اس سے فرض نماز نہ چھوٹے۔ 5۔ وقت ایک اجنبی پرندہ ہے، جو اگر ہاتھوں سے نکل جائے تو پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ 6۔ خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی، جتنا غم سکھاتا ہے۔ 7۔ نہایت خوش حالی اور نہایت بدحالی برائی کی طرف لے جاتی ہے۔

(مراسلہ امیمہ مفتی)